بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

یوں تو دنیا کے ہر ملک میں آباد مسلمانوں کو اپنے اپنے حالات کے مطابق طرح طرح کے مسائل سے سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور سیلاب کے دھارے کی طرح اُن کے ہاں جو نت نئی سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور تہذیبی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ اِن کی وجہ سے اُن کی وہ طمانیتِ قلب، آسودہ خاطری اور خود اعتمادی بتدریج رخصت ہو رہی ہے، جس پر کہ وہ صدیوں سے نازاں تھے، اور جو ہر مشکل اور مصیبت میں اُن کے لئے ڈھال کا کام دیا کرتی تھی، لیکن وہ ملک جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور اُن کا سیاسی اقتدار اور نظم و نسقِ حکومت خود اُن کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کو اس ضمن میں اور بھی زیادہ سنگین مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ اور اُن سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وہ مجبور ہیں کہ خود اپنی ذمہ داری اور اپنی صوابدید پر بڑے اہم فیصلے کریں۔ شاید ہی تاریخ میں اسلام اور مسلمانوں کو کبھی اتنے بڑے چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑا ہو۔ یہ چیلنج محض سیاسی و معاشی و تہذیبی نہیں، بلکہ ذہنی و فکری اور اذعان و یقین کا بھی ہے۔ پھر اس کی گہرائی اور وسعت کی کوئی حد نہیں۔ اور اس کی شدّت کا تو پوچھنا ہی کیا۔

مسلمان ملکوں میں سب سے پہلے ترکی کو ان مسائل سے عہدہ برآ ہونا پڑا۔ اُنیسویں صدی کے وسط میں وہاں "تنظیمات" کے نام سے ایک تحریک شروع ہوئی جس کے پیش نظر اسلامیت، عثمانیت (ترکی کی دولتِ عثمانیہ کی رعایت سے) اور یورپیت (خاص طور سے اس کی لبرلزم اور نمائندہ اور پارلیمانی حکومت کا نظام) کی اعلیٰ قدروں کو باہم سمو کر ایک مرکب بنانا تھا۔ یہ تجربہ ناکام رہا۔ اور سلطان عبدالحمید دوم نے

پان اسلامزم کا لبادہ پہن کر پورے ۳۲ سال ۱۹۰۸ء تک ایک جابر و مستبد فرمان روا کی طرح حکومت کی۔ اسی کا ردِ عمل اتاترک تھے جن کی نافذ کردہ اصلاحات اب تک ترکی کی زمین میں اچھی طرح جڑ نہیں پکڑ سکیں، اور ان میں اور ترکوں کی اسلامی روایات میں کش مکش جاری ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے پروفیسر محمد مجیب حال ہی میں ترکی گئے تھے، وہ ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

میں ازمیر (سمرنا) سے کوئی ڈیڑھ سو میل دور ایک مقام پر گیا۔ اور وہاں کے نائب حاکم سے ملا۔ دورانِ گفتگو اُنھوں نے کہا کہ ہم ترک مسلمان ہیں، اور سچے مسلمان ہیں مگر ہم اپنی ترقی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ یورپ سے سائنس اور صنعت حاصل کریں۔ اس لئے ہمارا رُخ یورپ کی طرف ہے۔ باتوں باتوں میں اُنھوں نے یہ بھی بتایا کہ میری بیوی اسکول میں اُستانی ہیں۔ خود پنج وقتہ نماز پڑھتی ہیں۔ اور بچوں بچیوں میں دینی جذبہ بیدار کرنا چاہتی ہیں۔ اُن کے بیڈ روم میں قرآن کی دو جلدیں تھیں۔ ایک عربی اور ایک لاطینی رسم خط میں اور غسل نماز کے لئے وضو کا سامان تھا۔

پروفیسر مجیب کا یہ تاثر ہے کہ ترکی میں نئی اور پرانی وضع یعنی "مغربیت" اور "اسلام" کی کش مکش جاری ہے۔ اور جاری رہے گی۔ گو شہری آبادی اور دیہاتی آبادی کی ذہنیت میں بڑا فرق ہے۔ لیکن اس کے باوجود دینی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ موصوف کا بیان ہے کہ جن مسجدوں میں میں گیا، لوگ نماز پڑھتے یا کلام پاک کی تلاوت کرتے ملے۔ نماز کے وقت مسجد کے اندر جگہ مشکل سے ملتی ہے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حکومت نے ستائیس ہزار اسکول بنوائے ہیں۔ کسانوں نے چندہ کر کے اکتالیس ہزار مسجدیں بنوالی ہیں۔

اور یاد رہے کہ ترکی کا نظامِ حکومت سیکولر ہے، اور یہ سیکولر نظام گزشتہ چالیس سال سے وہاں نافذ ہے۔

ترکی میں علماء بحیثیت ایک منظم جماعت کے قابلِ ذکر طاقت نہیں رہے۔ چنانچہ اب "مغربیت" کے خلاف اگر کوئی ردِ عمل ہوتا ہے، تو ترک جمہور کی طرف سے ہوتا ہے، اس لئے وہ بہت حد تک فطری ہے۔ لیکن ایران کی یہ حالت نہیں۔ اسی لئے کچھ عرصہ ہوا، وہاں کی حکومت کو علماء کی بعض جماعتوں کو سختی سے دبانا پڑا۔ کیوں کہ وہ معمولی معمولی اصلاحات تک کی مخالف تھیں اور ان کے خلاف شورش برپا کرنے پر تُل گئی تھیں۔ موجودہ شہنشاہ کے والد مرحوم رضا شاہ کو بھی اصلاحات نافذ کرنے میں علماء سے ٹکر لینی